

جہالتِ راوی کے مصداق اور حکم میں محدثین و اصولیین کا منہج و اسلوب

Method and Style of Muḥaddithīn and Uṣūliyyīn regarding the Meaning and Ruling of Obscurity of the Narrator

*حبیب الرحمن

ABSTRACT:

The obscurity of the narrator is one of the reasons for defamation in the narrator, on the basis of which the narrator is deprived of the status of acceptance. There is a difference of opinion among Muḥaddithīn and Uṣūliyyīn as to its meaning and there is also a difference of ruling on the basis of this. According to the Muḥaddithīn, the obscurity depends on the number of narrators narrating from a narrator, and according to the Ḥanafī Uṣūliyyīn, it depends on the number of narrations. Therefore, if two or more narrators narrate from a narrator, he will go out of obscurity, while according to the Ḥanafī Uṣūliyyīn, if only one or two narrators narrate from him, it is a sign that he is not associated with this science.

In the rule of obscure narrator's narration, Ḥanafī Uṣūliyyīn consider the era, so basically, the narration of an obscure narrator at an early age is acceptable except that there is another reason of not considering it. On the contrary, the obscure narrator is unreliable from the point of view of the Muḥaddithīn unless there is some evidence to dispel his obscurity. The point of view of Mutakallimīn is close to that of the Muḥaddithīn in this regard.

KEY WORDS:

Obscurity of the Narrator, Muḥaddithīn, Uṣūliyyīn, Mutakallimīn

حدیث کے راوی میں وہ امور جن کی وجہ سے اس کی روایت درجہ قبول سے ساقط ہو جاتی ہے انہیں اسبابِ طعن سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان اسباب میں سے ایک سبب طعنِ راوی میں جہالت ہے جس کی وجہ سے راوی کو مجہول قرار دیا جاتا ہے۔ محدثین کے ہاں جہالت کا مفہوم اور اس کا حکم اس سے مختلف ہے جو اس بارے میں فقہاء احناف کا مؤقف ہے۔ ذیل میں اس اختلاف کا محل اور اس کے اسباب کا جائزہ لیا جائے گا۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

جہالت کا لغوی مفہوم

جہالت لغت میں علم کی ضد ہے۔ صاحب تاج العروس لکھتے ہیں:

جَهْلُهُ، كَسَمِعَهُ، جَهْلًا وَجَهَالَةً: ضِدُّ عِلْمِهِ.¹ ... الْجَهْلُ: نَقِيضُ الْعِلْمِ²

محدثین کے ہاں جہالت کا اصطلاحی مفہوم:-

محدثین کے ہاں جہالت کی مختلف اقسام ہیں اس لیے جہالت کی تعریف ان اقسام کے ضمن میں کی جاسکتی ہے۔ پھر متقدمین و متاخرین کے ہاں جہالت کی تقسیم میں بھی تنوع ہے۔

حافظ ابن الصلاح^(643ھ) نے لمحاظ جہالت، راوی کی درج ذیل تین اقسام بنائی ہیں:

1- ظاہر و باطن دونوں کے لحاظ سے مجہول:-

الْمَجْهُولُ الْعَدَالَةِ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ جَمِيعًا³

مجہول کی پہلی قسم یہ ہے کہ راوی عدالت ظاہرہ و باطنہ دونوں کے اعتبار سے مجہول ہو۔

عدالت ظاہرہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں فسق کا علم نہ ہو اور عدالت باطنہ سے مراد یہ ہے کہ اصحاب جرح و تعدیل نے اس کی توثیق کی ہو۔ اس کی توضیح کرتے ہوئے علامہ زرکشی^(794ھ) لکھتے ہیں:

قلت مراده بالعدالة الظاهرة العلم بعدم الفسق وأما الباطنة فهي التي يرجع فيها إلى أقوال المزكي⁴

میں یہ کہتا ہوں کہ عدالت ظاہرہ سے مراد عدم فسق کا علم ہے۔ البتہ عدالت باطنی کا تعلق تزکیہ کرنے والوں کے اقوال سے ہے۔

شارح الفیہ شیخ زکریا انصاری^(926ھ) اس قسم کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

(مجہول حال باطن و ظاہر) من العدالة والجرح مع معرفة عينه برواية عدلين⁵

یہ وہ راوی ہوتا ہے جس کی توثیق تو کسی نے نہ کی ہو البتہ اس کے بارے میں جرح مبہم منقول ہو⁶ ان دونوں اقوال کا حاصل یہ ہے کہ جس راوی جس کی کسی نے نہ توثیق کی ہو نہ جرح یا پھر جرح ہو لیکن مبہم ہو۔

2- باطن کے لحاظ سے مجہول

الثاني: المجہول الذي جهلت عدالته الباطنة، وهو عدل في الظاهر، وهو المستور⁷

مجہول کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی صرف عدالت باطنہ مجہول ہو، عدالت ظاہرہ معلوم ہو، اسے مستور بھی کہتے

ہیں۔

3۔ مجہول العین:-

الثالث: المجهول العين، وقد يقبل رواية المجهول العدالة من لا يقبل رواية

المجهول العين، ومن روى عنه عدلان وعيناه فقد ارتفعت عنه هذه الجهالة.⁸

مجہول العین سے ابن الصلاحؒ کی مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ (794ھ) لکھتے ہیں:

أراد به من لم يرو عنه إلا واحد⁹

کہ ابن الصلاحؒ کی مجہول العین سے مراد یہ ہے کہ جس سے صرف ایک راوی نے روایت بیان کی ہو۔

مجہول کی یہ تقسیم امام نوویؒ (676ھ)¹⁰ نے تقریب میں اور علامہ عراقی (806ھ) نے التبصرہ والتذکرہ¹¹ میں

اور علامہ سخاویؒ (902ھ) نے فتح المغیث¹² میں ذکر کی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام حضرات جن کا کام مقدمہ ابن الصلاح

پر ہے انہوں نے اسی تقسیم کو ذکر کیا۔

اس کے برعکس حافظ ابن حجرؒ (852ھ) نے بلحاظ جہالت، راوی کی دو قسمیں بنائی ہیں۔

1۔ مجہول العین 2۔ مجہول الحال

1۔ مجہول العین:-

مجہول العین سے مراد ایسا راوی ہے جس کا نام تو معلوم ہے لیکن اس سے صرف ایک راوی ہی روایت لے رہا ہے۔

فإن سعي الراوي وانفردَ راوٍ واحدٌ بالرواية عنه؛ فهو مجهول العين كالمُبهم¹³

اگر راوی کا نام معلوم ہو اور اس سے روایت کرنے میں ایک راوی منفرد ہو تو مجہول العین کہلاتا

ہے، جیسا کہ مبہم ہوتا ہے۔

علامہ سخاویؒ (902ھ) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسے بہت سے اہل علم کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

وهو كما قاله غير واحد، من له راو واحد فقط¹⁴

مجہول العین (جیسا کہ بہت سے حضرات نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ) وہ شخص ہے جس کا فقط

ایک ہی راوی ہو۔

یعنی محدثین کے ہاں مجہول العین وہ راوی ہوتا ہے جس کا راوی ایک ہو، خواہ اس کی مرویات ایک ہو یا ایک سے

زیادہ ہوں۔

2۔ مجہول الحال

مجہول راوی کی دوسری قسم مجہول الحال ہے اور اسے مستور بھی کہتے ہیں۔ اس کی تعریف حافظ ابن حجرؒ (852ھ)

نے یوں کی ہے:

إِنْ رَوَى عَنْهُ اثْنَانِ فَصَاعِدًا وَلَمْ يُوَثَّقْ فَهُوَ مَجْهُولُ الْحَالِ، وَهُوَ الْمَسْتَوْر¹⁵
اگر راوی سے دو یا زیادہ روایت کریں اور اس کی توثیق نہ کی گئی ہو تو وہ مجہول الحال ہے، اور اسے
ہی (محدثین کی اصطلاح میں) مستور کہتے ہیں۔

تقسیمات مجہول پر تبصرہ

ان تقسیمات میں مجہول العین اور مجہول الحال قدر مشترک ہے ان کی تعریفات میں معمولی لفظی فرق کے علاوہ
کوئی حقیقی فرق نہیں البتہ ان تقسیمات میں دو امور مختلف فیہ ہیں۔

1- قسم ثالث جسے مجہول الحال باطنی سے تعبیر کیا ہے۔

2- مستور کا مصداق

حافظ ابن الصلاح^۲ کے ہاں جو تیسری قسم ہے وہ ایک زائد قسم ہے جسے وہ مجہول الحال باطنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ
قسم ان کی قسم ثانی کے نزدیک تر ہے ابن الصلاح^۲ کی دوسری دو اقسام اور حافظ ابن حجر^۱ کی مجہول الحال والی قسم قریب
قریب ہیں کیونکہ دونوں قسموں میں عدالت باطنی مفقود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اس راوی کی توثیق نہیں کی
اور اگر اس میں عدم فسق کا علم ہے تو قسم ثالث اور اگر اس کا بھی علم نہ ہو تو قسم ثانی۔ اس لیے ذیل میں صرف مجہول
العین اور مجہول الحال پر تبصرہ کیا جائے گا۔

دوسرا امر مستور کا مصداق ہے، حافظ ابن الصلاح^۲ تیسری قسم پر مستور کا اطلاق کرتے ہیں اور حافظ ابن حجر^۱ اور ان
کے پیروں نے قسم ثانی پر مستور کا اطلاق کرتے ہیں۔ اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ متاخرین کے نزدیک مستور کا اطلاق اس
راوی پر ہو گا جس کا ظاہر و باطن دونوں مجہول ہوں خواہ اس سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد ہوں اور متقدمین
کے نزدیک مستور اس راوی کو کہتے ہیں جو ظاہر عادل ہو البتہ اس کی باطنی عدالت معلوم نہ ہو۔ حافظ ابن حجر^۱ نے مجہول
الحال اور مستور میں فرق نہیں کیا جبکہ ان کے پیش محدثین نے ان دونوں قسموں میں فرق کیا ہے جن میں ابن الصلاح^۲،
علامہ نووی^۳، علامہ عراقی اور علامہ سخاوی^۴ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے مجہول الحال کی تعریف یوں کی ہے کہ
وہ مجہول العدالة ظاہرًا و باطنًا ہے اور مستور کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ مجہول العدالة باطنًا لا ظاہرًا
ہے کیونکہ اس کے بارے میں عدم فسق کا علم ہے۔ اس فرق کا فائدہ ان حضرات کو ہو سکتا ہے جنہوں نے روایت حدیث کو
دیکھا ہے، بعد کے زمانوں کے اعتبار سے چونکہ روایت کے حالات کا دار و مدار صرف کتب جرح و تعدیل پر ہی ہے اس لیے
ان میں فرق کرنا مشکل ہے اسی وجہ سے حافظ ابن حجر^۱ کی تقسیم ہی کو رواج مل گیا ہے اور بعد کے تقریباً تمام لکھنے والوں
نے اسی تقسیم کو لیا ہے۔

محدثین کے ہاں مجہول العین کا حکم:-

محدثین کے ہاں مجہول العین راوی کی روایت مردود ہے الا یہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور راوی اس کی توثیق کر دے تو پھر اس کی روایت مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ یا وہی راوی ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہو اور وہ اپنے مروی عنہ کی توثیق کر دے تو ایسی صورت میں بھی اس کی روایت مقبول ہو جائے گی۔

ابن الصلاح^(643ھ) فرماتے ہیں:

وروايته غير مقبولة عند الجماهير.¹⁶

کہ اس کی روایت جمہور کے ہاں غیر مقبول ہے۔

اسی کو علامہ عراقی^(806ھ) نے اختیار کیا ہے۔¹⁷ حافظ ابن حجر^(852ھ) نے اس کو قبول کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس کی راوی کے علاوہ کسی اور نے توثیق کی ہو یا خود راوی نے اس کی توثیق کی ہو جبکہ وہ اس کا اہل بھی ہو۔ لایقبل حدیثہ إلا أن یوثقہ غیر من ینفرد عنہ علی الأصح، وکذا من ینفرد عنہ علی

الأصح إذا کان متأهلاً لذلك.¹⁸

اصح قول کے مطابق اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ اس کی توثیق اس سے منفرد

راوی کے علاوہ کوئی اور راوی کرے۔

"علی الاصح" سے اس بات کی اشارہ ملتا ہے کہ اس مسئلہ میں محدثین کے ہاں اور بھی اقوال ہیں۔ چنانچہ علامہ

سیوطی نے تدریب الراوی میں اس کے بارے میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔

جلال الدین سیوطی^(911ھ) تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

(و أما مجهول العین) وهو القسم الثالث من أقسام المجهول (فقد لا يقبله بعض من يقبل مجهول العدالة) ورده هو الصحيح الذي عليه أكثر العلماء من أهل الحديث و غیرهم وقيل يقبل مطلقاً وهو قول من لا يشترط في الراوي مزيداً على الإسلام وقيل إن تفرد بالرواية عنه من لا يروى إلا عن عدل كابن مهدي ويحيى بن سعيد واكتفينا في التعديل بواحد قبل وإلا فلا وقيل إن كان مشهوراً في غير العلم بالزهد أو النجدة قبل وإلا فلا واختاره ابن عبد البر وقيل إن زكاه أحد من أئمة الجرح والتعديل مع رواية واحد عنه قبل وإلا فلا واختاره أبو الحسن بن القطان وصححه شيخ الإسلام¹⁹

مجہول العین جو کہ مجہول کی اقسام میں تیسری قسم ہے، تو بعض دفعہ اسے وہ حضرات قبول نہیں کرتے جو مجہول العدالت کی روایت کو قبول نہیں کرتے، اور اس قسم کی روایت کو رد کرنا ہی صحیح ہے، یہی اکثر محدثین وغیرہ کا مذہب ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً مقبول ہے، یہ ان حضرات

کا قول ہے جو راوی میں اسلام سے زائد شرط نہیں عائد کرتے، ایک قول یہ ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے میں منفرد ایسا شخص ہو جو صرف عادل راویوں سے ہی روایت کرتے ہیں، جیسے ابن مہدی، یحییٰ بن سعید اور ہم ایک شخص کی تعدیل کو کافی سمجھ لیں تو پھر اسے قبول کر لیں گے ورنہ نہیں، اور ایک قول یہ ہے اگر وہ راوی زہد و بزرگی میں معروف ہو تو اس کی روایت قبول کر لیں گے ورنہ نہیں، اسے ابن عبد البر نے اختیار کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے ایک شخص کے روایت لینے کے ساتھ ساتھ ائمہ جرح و تعدیل میں سے کوئی ایک اس کی تعدیل کرے تو اس کی روایت قبول کر لی جائے گی ورنہ نہیں، اسے ابو الحسن القطان نے اختیار کیا ہے اور شیخ الاسلام نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ مجہول العین کے حکم میں کئی اقوال ہیں۔

- 1- اس کی روایت مطلقاً مردود ہے، یہ جمہور محدثین کا قول ہے
- 2- جو حضرات راوی میں اسلام سے زائد کوئی شرط عائد نہیں کرتے ان کے ہاں مجہول العین کی روایت مطلقاً مقبول ہے۔

3- مجہول کا راوی اگر ثقاہت ہی سے روایت لیتا ہو اور اکیلے اس کی تعدیل کو کافی سمجھا جاتا ہو تو اس کے مجہول شیخ کی روایت مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ جیسے ابن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ

4- اگر مجہول شیخ، زہد و تقویٰ میں معروف ہو تو اس کی روایت مقبول ہوگی، یہ ابن عبد البر کا مختار قول ہے۔

5- اگر ائمہ جرح و تعدیل میں سے کوئی ایک بھی اس کی توثیق کر دے خواہ وہی اس کا منفرد راوی ہو یا کوئی اور منفرد ہو تو اس کی روایت مقبول ہوگی ورنہ نہیں، اسے حافظ ابن حجر نے ترجیح دی ہے۔

محدثین کے ہاں مستور اور مجہول الحال کا حکم:-

جمہور محدثین کے ہاں مجہول الحال راوی کی روایت مردود ہے، البتہ بعض محدثین کے ہاں مجہول الحال کی روایت مطلقاً مقبول ہے جبکہ دیگر بعض حضرات کے ہاں اس میں کچھ تفصیل ہے۔

جلال الدین سیوطی^(911ھ) فرماتے ہیں:

(ورواية المستور وهو عدل الظاهر خفي الباطن) أي مجهول العدالة باطنا (يحتج بها بعض من رد الأول وهو قول بعض الشافعيين) كسليم الرازي قال لأن الإخبار مبني على حسن الظن بالراوي ولأن رواية الأخبار تكون عند من يتعذر عليه معرفة العدالة في الباطن فاقصر فيها على معرفة ذلك في الظاهر بخلاف الشهادة فإنها

تكون عند الحكام فلا يتعذر عليهم ذلك²⁰

اور مستور کی روایت، جو ظاہری طور پر عادل ہو اور اس کی عدالتِ باطنی مخفی ہو، اس سے بعض حضرات استدلال کرتے ہیں جنہوں نے پہلی قسم (جو ظاہر او باطن دونوں طرح مجہول ہو) کی روایت کو رد کیا ہے اور یہ بعض شوائع کا قول ہے، جیسے سلیم بن ایوب الرازی ہیں۔ کیونکہ روایت بیان کرنا راوی سے حسن ظن پر مبنی ہوتا ہے، اور اس لیے کہ روایات کو ایسے حضرات بیان کرتے ہیں جن کے لیے رواۃ کی باطنی عدالت پر مطلع ہونا مشکل ہوتا ہے اس لیے وہ ظاہری عدالت پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں، بخلاف شہادت کے، کہ اس کا معاملہ ایسے حکام کے پاس ہوتا ہے جن کے لیے گواہوں کے باطن کو جاننا مشکل نہیں ہوتا۔

یعنی جمہور کے ہاں تو اس کی روایت مردود ہے لیکن بعض شوائع کے نزدیک یہ مقبول ہے کیونکہ رواۃ کی باطنی عدالت پر مطلع ہونا عموماً مشکل ہوتا ہے اس وجہ سے ایسی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا چنانچہ عدالتِ ظاہری کی بنیاد پر ہی روایت کو لے لیا جائے گا۔

ابن الصلاح²¹ کے نزدیک بھی اس قسم کے بارے میں یہی بہتر ہے کہ اس قسم کی روایات کو رد نہ کیا جائے، خصوصاً ایسے رواۃ کی احادیث کہ جو قدیم دور کے ہیں اور بعد کے لوگوں پر ان کے تفصیلی حالات تک رسائی آسان نہیں۔

ابن الصلاح²¹ (643ھ) فرماتے ہیں:

يشبه أن يكون العمل على هذا في كثير من كتب الحديث في جماعة من الرواة

تقادم العهد بهم وتعذرت خبرتهم باطنا²¹

مناسب یہ ہے کہ کتب حدیث کے بہت سے ان روایات کے بارے میں اسی قول پر عمل کیا جائے جو قدیم زمانے کے ہیں اور ان کے باطنی احوال کو جاننا مشکل ہے۔

البتہ مجہول الحال راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے توفیق کے قول کو ترجیح دی ہے، کہ ایسی روایات کے بارے میں نہ تو مطلقاً قبول کا قول کیا جائے، اور نہ ہی مطلقاً رد کیا جائے گا بلکہ اس کے حالات ظاہر ہونے تک اس میں توقف کیا جائے گا۔ پھر جس طرح کے حالات سامنے آئیں ان کے مطابق اس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر²² (852ھ) فرماتے ہیں:

وقد قبل روايته جماعة بغير قيد، وردها الجمهور. والتَّحْقِيقُ أَنَّ رِوَايَةَ الْمَسْتَوْرِ

ونحوه ممَّا فِيهِ الْاِحْتِمَالُ لَا يُطْلَقُ الْقَوْلُ بِرَدِّهَا وَلَا بِقَبُولِهَا، بَلْ يُقَالُ هِيَ مَوْقُوفَةٌ إِلَى

اسْتِبَانَةِ حَالِهِ²²

اس (مجہول الحال) کی روایت کو ایک جماعت نے بغیر کسی قید کے قبول کیا ہے، اور جمہور نے اسے رد کیا ہے۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے مستور وغیرہ کی روایت جن میں احتمال (ضعف وغیرہ کا) ہوتا ہے ان کو نہ تو مطلقاً قبول کیا جائے گا

اور نہ ہی مطلقاً رد کیا جائے گا، بلکہ اس میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا حال واضح ہو جائے۔
یعنی اگر اس کے حال سے اس کی عدالت معلوم ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی ورنہ رد کر دی جائے گی۔ لیکن
یہ توقف بھی درحقیقت رد ہی ہوتا ہے کیونکہ جب حدیث قابل استدلال و احتجاج نہ ہو تو وہ ایک طرح سے مردود ہی ہوتی
ہے اگرچہ اس وجہ سے نہیں کہ اس میں ضعف آگیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس میں صفات قبول نہیں پائی گئیں۔

احناف کے ہاں خبر مجہول کا مفہوم:-

احناف اصولیین نے محدثین کی طرح مجہول کی تین یا دو اقسام نہیں بنائیں بلکہ ان کے ہاں ایک ہی قسم ہے جسے وہ
مستور یا مجہول الحال کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ احناف اصولیین کے ہاں جہالت راوی کی بنیاد راوی کا حدیث
کے اخذ و تحدیث میں معروف ہونا ہے، رواۃ کی تعداد پر اس کا مدار نہیں جیسا کہ محدثین کے ہاں معروف ہے جیسا کہ
سابقہ بحث میں تفصیل سے بیان ہوا۔ ذیل میں احناف اصولیین کی بنیادی کتابوں سے مجہول کی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔
امام جصاص رازیؒ (370ھ) نے مجہول کی باقاعدہ تعریف نہیں کی البتہ ضمناً ان کے کلام سے تعریف اخذ کی جاسکتی
ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ نے مجہول دو قسمیں کی ہیں:

1- مجہول من السلف، 2- مجہول بعد السلف

قسم اول پر بات کرتے ہوئے حضرت معقل بن سنان الاشجعی کی روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں:
أَلَا تَرَى أَنَّهُ قَالَ: لَا تُقْبَلُ شَهَادَاتُ الْأَعْرَابِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَإِنَّمَا رَدَّ خَبْرَهُ لِأَنَّهُ
لَمْ يَكُنْ مَعْرُوفًا بِتَحْمُلِ الْعِلْمِ، وَنَقَلَ الْأَخْبَارَ²³

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ عیسیٰ بن ابان نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر دہیہاتوں کی گواہی
قبول نہیں کی جائے گی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) ان کی خبر کو اس لیے رد کیا کہ یہ تحمل علم
اور احادیث کو نقل کرنے میں معروف نہیں تھے۔

اس عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ عہد سلف کے اس راوی کو مجہول کہا جائے گا جو اخذ و تحدیث روایت میں
معروف نہ ہو۔ یہی تعریف بعد کے اصولیین سے منقول ہے۔

ابوزید دوسیؒ (430ھ) لکھتے ہیں:

الراوي إما أن يكون معروفاً بعلمه ونسبه، أو مجهولاً عرف إلا بحدیث رواه أو
بحدیثین.²⁴

راوی یا تو اپنے علم اور نسب میں معروف ہو گا یا مجہول ہو گا کہ ایک یا دو حدیثوں کے سوی معروف
نہ ہو۔

شمس الائمہ سرخسیؒ (490ھ) ذرا اور وضاحت کے ساتھ مجہول کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
فَأَمَّا الْمُجْهُولُ فَإِنَّمَا نَعْنِي بِهَذَا اللَّفْظِ مَنْ لَمْ يَشْتَهَرْ بِطَوْلِ الصُّحْبَةِ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا عَرَفَ بِمَا رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ أَوْحِدِيَيْنِ نَحْوِ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبُدٍ وَسَلَمَةَ بْنِ
الْمَحْبِقِ وَمَعْقِلَ بْنِ سِنَانَ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَغَيْرِهِمْ²⁵

البتہ مجہول راوی تو اس لفظ سے ہماری مراد ایسا راوی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے طول صحبت میں
مشہور نہ ہو اس کی شہرت فقط ان ایک دو روایات سے ہو جو اس دے مروی ہیں جیسے وابصہ بن
معبد اور سلمہ بن المحجن اور معقل بن سنان الاشجعی رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

فخر الاسلام بزدویؒ (482ھ) نے اختیار کیا ہے²⁶ عبد العزیز البخاریؒ (730ھ) جو محققین اصولیین میں شمار ہوتے
ہیں، وہ حنفیہ کے ہاں اس اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المراد منه من لم يعرف ذاته إلا برواية لحديث النبي رواه ولم يعرف عدالته ولا
فسقه ولا طول صحبته²⁷

مجہول سے مراد وہ راوی ہے جس کی ذات نبی اکرم ﷺ کی حدیث کی روایت سے ہی معروف ہو
جسے اس نے روایت کیا ہو اور اس کی عدالت و فسق اور اللہ کے نبی سے طول صحبت معروف نہ ہو۔
ابن امیر الحاجؒ (879ھ) لکھتے ہیں:

المراد بالمجهول عندهم من لم يعرف ذاته إلا برواية حديث أوحديين، ولم تعرف
عدالته ولا فسقه ولا طول صحبته²⁸

مجہول سے مراد احناف اصولیین کے ہاں وہ راوی مراد ہے جس کی ذات ایک دو حدیثوں کی
روایت سے ہی معروف ہو اور اس کی عدالت و فسق اور اللہ کے نبی سے طول صحبت معروف نہ
ہو۔

اسی سے ملتے جلتے الفاظ اسی مضمون کو دیگر احناف اصولیین نے بیان کیا ہے۔ ان سب تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ
احناف کے نزدیک جہالتِ راوی کی بنیاد یہ ہے کوئی راوی قرن اول میں حدیث کے اخذ و تحدیث کے شغل میں معروف
نہ ہو اکادکار روایات اس سے مروی ہوں خواہ اس سے روایت لینے والے کم ہوں یا زیادہ۔

احناف کے ہاں خبر مستور کا مفہوم:-

عبد العزیز بخاریؒ (730ھ) مستور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِي لَمْ يُعْرَفْ عَدَالَتُهُ وَلَا فَسَقُهُ.²⁹

مستور وہ راوی ہوتا ہے جس کی عدالت و فسق معلوم نہ ہو۔

مستور کی یہی تعریف شارحین "التحریر" ابن امیر حاج (879ھ) نے التقریر والتجسس میں³⁰ اور محمد امین امیر بادشاہ³¹ (972ھ) نے تیسیر التحریر میں³¹ نقل کی ہے۔

ابن الجنبلی (971ھ) مستور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مَنْ كَانَ عَدْلًا فِي الظَّاهِرِ وَلَمْ تَعْرِفْ عَدْلَتَهُ فِي الْبَاطِنِ مَطْلَقًا، سِوَاءَ أَنْفَرِدَ بِالرَّوَايَةِ

عَنْهُ وَاحِدًا مَوْجُودًا عِنْدَ اثْنَانِ فَصَاعِدًا³²

مستور وہ راوی ہے جو ظاہری طور پر عادل ہو اور اس کی باطنی عدالت مطلقاً معلوم نہ ہو خواہ اس

سے ایک راوی روایت کرے یا زیادہ۔

مستور کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ اس کی عدالت و فسق معلوم نہ ہو، خواہ اس سے روایت لینے والے ایک دو ہوں یا زیادہ۔ اور مجہول کی تعریف بھی اس کے قریب ہے۔ چنانچہ عبدالعزیز بخاری³³ اور ابن امیر حاج³⁴ اور دیگر بہت سے محققین نے مجہول کی تعریف اور مستور کی تعریف میں فرق نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ احناف کے ہاں تعریف کے لحاظ سے ان دو میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ استعمال کے لحاظ سے ان میں فرق موجود ہے جیسا کہ آنے والی بحث میں اس کی نشاندہی کی جائے گی۔

احناف اور محدثین میں جہالت کے مفہوم میں فرق:-

1- محدثین کے ہاں جہالت کا مدار روایت حدیث کی تعداد پر ہے، یعنی اگر کسی راوی سے روایت کرنے والا ایک ہو تو وہ مجہول العین کہلاتا ہے اور اگر روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہو جائیں تو جہالت ختم ہو جاتی ہے اور وہ معروف قرار پاتا ہے۔ لیکن اگر اس راوی سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ بھی ہوں لیکن اس راوی کے بارے میں کسی سے جرح و تعدیل منقول نہ ہو تو وہ بھی مجہول کہلاتا ہے جسے وہ مجہول الحال سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسے راوی کی جہالت تب ہی دور ہوگی جب اس کے بارے میں کسی بھی اہل فن کی توثیق ثابت نہ ہو جائے۔³³ اس کے برعکس احناف کے جہالت کا مدار روایت حدیث کی روایات کے اخذ و تحدیث میں شہرت پر ہے اور اس کا معیار احناف کے ہاں مرویات کی تعداد پر ہے چنانچہ اگر اس کی مرویات زیادہ ہیں تو یہ اسکی علم حدیث میں مشغولیت میں شہرت کی علامت ہے خواہ اس سے روایت لینے والے کم ہوں یا زیادہ اور اگر اس کی مرویات کی تعداد کم ہے یعنی ایک یا دو روایات اس سے مروی ہیں تو وہ مجہول کہلائے گا خواہ اس سے روایت لینے والوں کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

2- محدثین کے ہاں جہالت کی دو اقسام ہیں، 1- مجہول العین، کہ جس سے صرف ایک راوی روایت بیان کرے۔

2- مجہول الحال، کہ جس سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہوں لیکن اس کی جرح و تعدیل سے ائمہ جرح

و تعدیل خاموش رہیں۔ جبکہ احناف کے ہاں اس قسم کی کوئی تقسیم نہیں ہے بلکہ ان کے ہاں ایک ہی قسم ہے جس پر وہ مجہول اور مستور دونوں کا اطلاق کرتے ہیں۔

3- محدثین کے ہاں جہالت کی تعریف میں کسی زمانے کی قید نہیں بلکہ ہر زمانے کے راوی پر اس کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اس کے برعکس احناف کے ہاں جہالت کی تعریف میں صدر اول کی قید ملحوظ ہے جیسا کہ احناف کے ہاں ذکر کردہ تعریفات میں یہ چیز نمایاں طور پر موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صدر اول کے بعد کے زمانے کے مجہول کو بھی وہ بیان کرتے ہیں لیکن ان کی عمومی بحث کا تعلق صدر اول کے رواد سے ہے۔ پھر استعمال کے لحاظ سے احناف کے ہاں صدر اول کے بعد کے مجہول راوی پر وہ مستور کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کا حکم بھی الگ ہے یہ الگ بات ہے کہ اصطلاح کے لحاظ سے احناف کے ہاں مجہول اور مستور میں فرق نہیں ہے۔

4- محدثین کے ہاں جہالت کے دو اسباب ہیں:

1- کبھی راوی نام، والد کے نام، لقب، صفت، پیشے اور نسب وغیرہ میں سے ہر ایک سے موسوم ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک سے مشہور ہو جاتا ہے، تو کسی غرض کی وجہ سے اسے اس کے غیر معروف نام و لقب سے ذکر کیا جائے اور یہ گمان پیدا ہو جائے کہ یہ کوئی اور ہے اس سے اس کا حال مجہول رہ جاتا ہے، جیسے محمد بن سائب بن بشر الکلبی ہیں کہ بعض نے آپ کو باپ اور بعض نے دادا کی طرف منسوب کیا، اور بعض نے حماد بن الصائب کہا ہے، بعض نے آپ کی کنیت ابو النضر، بعض نے ابو سعید اور بعض نے ابو ہشام ذکر کی ہے جس سے لگتا ہے یہ بہت سے لوگ ہیں، حالانکہ یہ تو ایک فرد ہی ہیں۔

2- جہالت کا دوسرا سبب کسی سے روایت لینے والوں کی تعداد کم ہونا ہے اگرچہ ان کا نام مذکور ہو، اور اگر نام بھی حذف ہو جائے تو پھر ابہام بڑھ جاتا ہے، تو جب اس کا نام ہی نہیں ہے تو اس کی ذات ہی مجہول ہو گئی تو اس کی عدالت کیسے معلوم ہوگی؟³⁴

اس کے برعکس احناف کے ہاں جہالت کا ایک ہی سبب ہے اور وہ حدیث مبارکہ کے اخذ و تحدیث میں عدم شہرت ہے۔

5- محدثین کے ہاں مستور اور مجہول الحال ایک ہیں گویا مستور مجہول کی قسم ہے جبکہ احناف کے ہاں مستور اور مجہول ایک ہی چیز ہے۔ البتہ استعمال کے لحاظ سے احناف صدر اول پر مجہول اور بعد کے مجہول راوی پر مستور کا اطلاق کر دیتے ہیں۔

خبر مجہول کا احناف کے ہاں حکم:-

احناف کے ہاں مجہول راوی کو زمانہ کے لحاظ سے لیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے مجہول راوی کی دو اقسام ہیں:

1- صدر اول کا مجہول راوی 2- صدر اول کے بعد کا مجہول راوی۔

صدر اول کے رواۃ میں چونکہ اصل کے اعتبار سے تعدیل ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس دور کے اہل اسلام کی خیریت اور عدالت کی خبر دی ہے۔ اس لیے اس دور کے رواۃ میں اصل تعدیل ہے اس لیے اگر اس دور کا راوی اگرچہ مجہول ہو تو چونکہ عدالت ظاہری موجود ہے اس لیے اس کی روایت مقبول ہے، ہاں قرآن کی صورت میں اسے رد کیا جائے گا اور اگر مجہول راوی کا تعلق صدر اول کے بعد کے زمانہ سے ہو تا تو چونکہ اس زمانہ میں کذب عام ہو گیا تھا اس لیے اس کی روایت اصلاً غیر مقبول ہوگی اور بعض شرائط و قرآن کے بعد اسے قبول کیا جائے گا۔

صدر اول کے مجہول راوی کی حکم کے لحاظ فخر الاسلام ہزدوی، شمس الائمہ سرخسی اور دیگر اصولیین احناف نے پانچ اقسام بنائی ہیں۔

امام سرخسی (490ھ) فرماتے ہیں:

ورواية هذا النوع على خمسة أوجه أحدها أن يشتهر لقبول الفقهاء روايته والرواية عنه والثاني أن يسكتوا عن الطعن فيه بعد ما يشتهر والثالث أن يختلفوا في الطعن في روايته والرابع أن يطعنوا في روايته من غير خلاف بينهم في ذلك والخامس أن لاتظهر روايته ولا الطعن فيه فيما بينهم³⁵

اس نوع کی روایات پانچ قسم کی ہیں:

1- وہ روایت، جو فقہاء کے اسے قبول کرنے اور اسے روایت کرنے کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔

2- اس روایت کے مشہور ہونے کے بعد اس کے بارے میں طعن کرنے سے ائمہ خاموش رہیں۔

3- اس کی روایت میں طعن کرنے میں ان کا اختلاف ہو جائے۔

4- اس کی روایت میں طعن کرنے میں اتفاق ہو۔

5- اسلاف میں نہ اس کی روایت ظاہر ہوئی ہو اور نہ ہی اس کے بارے میں ان کا طعن ظاہر ہو اہو۔

خبر مجہول کی ان اقسام کا حکم یہ ہے کہ اگر اسلاف اس روایت کو بیان کریں اور اس کی صحت کی گواہی دے دیں تو وہ معروف حدیث کی طرح مقبول ہوگی، اور اگر اسے نقل کرنے کے بعد اس میں طعن سے خاموش رہیں تو بھی وہ حدیث مقبول ہوگی کیونکہ بیان کے موقع پر خاموشی بیان ہی شمار ہوتی ہے تو اگر اس روایت میں کوئی قابل گرفت بات ہوتی تو اسلاف اس پر ضرور گرفت کرتے کہ اسلاف پر کوتاہی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ اور اگر اس کی روایت کو ثقات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں اختلاف کریں، تو یہ حدیث بھی احناف کے نزدیک مقبول ہوگی، اور اگر کسی حدیث کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا رد ہی ظاہر ہو تو وہ روایت منکر ہوگی اور مقبول نہ ہوگی۔ اور اگر وہ روایت اسلاف کے ہاں ظاہر نہ ہوئی ہو کہ اسے رد و قبول کا سامنا کرنا پڑتا، تو ایسی روایت کی وجہ سے قیاس کو نہیں چھوڑا جائے گا

اور نہ ہی اس پر عمل واجب ہو گا بلکہ اس پر عمل کرنا جائز ہو گا کیونکہ اس زمانے میں عدالت اصل ہے۔³⁶
حاصل کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک خبر مجہول صرف اس صورت میں مردود ہوگی جب سلف نے اسے
بالاتفاق رد کر دیا ہو، باقی تمام صورتوں میں وہ مقبول ہوگی۔

ابن ہمام^(861ھ) لکھتے ہیں:

(فَإِنْ قَبِلَهُ السَّلْفُ أَوْ سَكْتُوا إِذْ بَلَغَهُمْ أَوْ اختلفوا قبل) وَقَدِمَ عَلَى الْقِيَّاسِ (كَحَدِيثِ
مَعْقِل) (أَوْ رَدُوهُ) أَيِ السَّلْفِ حَدِيثِ الْمَجْهُولِ (لَا يَجُوزُ) الْعَمَلُ بِهِ (إِذَا خَالَفَهُ)
الْقِيَّاسَ، لِأَنَّهُمْ لَا يَتَّهَمُونَ بَرْدَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ، فَاتَّفَقَهُمْ عَلَى الرَّدِّ حِينَئِذٍ دَلِيلٌ
عَلَى اتِّهَامِهِ فِي الرِّوَايَةِ³⁷

تو اگر اس مجہول روایت کو سلف قبول کر لیں یا جب انہیں یہ پہنچے تو وہ خاموش رہیں، یا ان کا اس
بارے میں اختلاف ہو جائے تو اس روایت کو قبول کیا جائے گا اور اسے قیاس پر مقدم رکھا جائے
گا جیسے حضرت معقل کی روایت ہے، یا پھر اس حدیث مجہول کو سلف نے رد کر دیا ہو گا تو اس پر
عمل جائز نہیں جب یہ قیاس کے خلاف ہو، کیونکہ ان پر صحیح حدیث کے رد کا الزام نہیں لگایا
جاسکتا، تو اس صورت میں ان کا اس کے رد پر اتفاق اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ راوی اس روایت
میں متہم ہے۔

خبر مجہول کی قبولیت کی احناف کے نزدیک جو بنیاد ہے اسے شمس الائمہ سرخسی^(490ھ) یوں بیان فرماتے ہیں:

المجهول من القرون الثلاثة عدل بتعديل صاحب الشرع إياه ما لم يتبين منه ما
يزيل عدالته فيكون خبره حجة على الوجه الذي قدرنا³⁸

قرون ثلاثا کا مجہول راوی، صاحب شرع کی تعدیل کی وجہ سے عادل قرار دیا جا چکا ہے، تو جب
کوئی ایسا امر اس سے صادر نہ ہو جو اس کی عدالت کو زائل کر دے، اس کی خبر اسی وجہ سے حجت
رہے گی جو ہم نے بیان کر دی۔

یہی وجہ فخر الاسلام بزودی^(482ھ) نے بھی بیان کی ہے۔³⁹

یہ ساری تفصیل احناف کے ہاں اس وقت ہے جب مجہول راوی کا تعلق قرون ثلاثہ سے ہو، اس کے بعد کے زمانے
میں چونکہ وہ تعدیل نہیں رہی بلکہ بعد کے زمانوں میں کذب کے افشاء کی پیش گوئی کی ہے اس لیے وہاں یہ حکم نہیں بلکہ
وہاں جب تک تمام یا بعض ائمہ سلف کی جانب سے اس کی تعدیل نہ ہو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

شمس الائمہ سرخسی^(490ھ) فرماتے ہیں:

وَأَنَّ الْحَكْمَ فِي رِوَايَةِ الْمَجْهُولِ أَنَّهُ لَا يَكُونُ حُجَّةً لِلْعَمَلِ إِلَّا أَنْ يَتَأَيَّدَ بِمُؤَيَّدٍ وَهُوَ قَبُولُ السَّلَفِ أَوْ بَعْضِهِمْ رِوَايَتَهُ⁽⁴⁰⁾

اور مجہول (قرونِ ثلاثہ کے بعد کی) کی روایت میں حکم یہ ہے کہ وہ عمل کے لیے حجت نہیں مگر یہ کہ کسی مؤید سے اس کی تائید آجائے، اور وہ مؤید، تمام اسلاف یا بعض اسلاف نے اس کی روایت کو قبول کیا ہو۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ احناف کے ہاں ارسال کی طرح جہالت بھی قرونِ ثلاثہ میں کوئی عیب اور قرح نہیں، اس لیے ان کا تحمل کیا جائے گا اور اس دور میں یہ علت قادمہ نہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسا دور تھا کہ جس کی عدالت اور خیریت کی حضور اکرم ﷺ نے گواہی دی تھی اس لیے اسے یہ امتیاز حاصل ہے۔ البتہ اگر اس دور کے کسی راوی کے بارے میں کسی امام فن نے مفسر جرح کی ہو تو ایسی صورت میں اس کی روایت مقبول نہ ہوگی، کیونکہ اس دور میں خیریت غالب تھی کہیں کہیں اکاد کالوگ مطعون ٹھہرتے تھے۔ اور اس بات کا اقرار محدثین نے بھی کیا ہے کہ اس عہدِ تابعین تک لوگوں میں عدالت غالب تھی۔

اور اس موقف میں احناف اکیسے نہیں بلکہ محدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی موقف ہے، ابن حبان^(354ھ) نے اسی کو اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

العدل من يعرف فيه الجرح وإذا التجريح من التعديل، فمن لم يجرح فهو عدل حتى يتبين جرحه إذا لم يكلف الناس ما غاب عنهم⁴¹

عادل وہ راوی ہے جس میں جرح معروف نہ ہو اور جرح تو تعدیل کے بعد ہوتی ہے، تو جس کے بارے میں جرح نہ ہو تو وہ عادل ہے یہاں تک کہ اس کی جرح واضح ہو جائے، کیونکہ لوگوں کو ان امور کا مکلف نہیں بنایا گیا جو ان سے غائب ہیں۔

امام سخاوی^(902ھ) لکھتے ہیں:

وتكلم في الرجال كما قاله الذهبي جماعة من الصحابة ثم من التابعين كالشعبي وابن سيرين ولكنه من التابعين بقلة لقلة الضعف في متبوعهم إذا أكثرهم صحابة عدول وغير الصحابة من المتبوعين أكثرهم ثقات ولا يكاد يوجد في القرن الأول الذي انقضى في الصحابة وكبار التابعين ضعيف إلا الواحد بعد الواحد كالحارث الأعور والمختار الكذاب⁴²

اور رجال حدیث میں صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کلام کیا ہے جیسا کہ امام ذہبی نے بیان کیا ہے، پھر تابعین میں سے امام شعبی، ابن سیرین وغیرہ نے کلام کیا، اور تابعین میں یہ (کلام کرنے

والے کم ہیں کیونکہ ان کے متبوعین میں ضعف کم تھا کیونکہ ان میں اکثر صحابہ تھے جو عادل تھے اور صحابہ کرام کے علاوہ اکثر لوگ ثقہ ہیں، قرن اول میں، جس میں صحابہ اور کبار تابعین تھے، کوئی اکاد کا ضعیف راوی پایا جاتا تھا، جیسے حارث اعمور اور مختار کذاب ہیں۔

احناف اور محدثین میں مجہول کے حکم میں فرق:-

احناف اور محدثین کے ہاں چونکہ جہالت کی تعریف میں ہی اختلاف ہے اس لیے ان کے مابین مجہول کے حکم میں اختلاف بھی ایک فطری بات تھی ذیل ان حکم مجہول میں احناف اور محدثین فرق کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

1- محدثین کے ہاں مجہول کی دونوں اقسام خواہ وہ مجہول العین ہو یا مجہول الحال ہو ان کی روایات مقبول نہیں ہیں جبکہ احناف کے نزدیک صدر اول کے مجہول کی روایت کی پانچ صورتیں ہیں جن میں سے صرف ایک صورت میں مجہول راوی کی روایت مردود ہوگی جسے سلف نے بالاتفاق رد کر دیا ہو، باقی تمام صورتوں میں مجہول کی روایت مقبول ہوگی۔

2- محدثین کے ہاں مجہول کی روایت میں زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں ہر زمانے کی مجہول کا ایک ہی حکم ہے جبکہ احناف کے ہاں صدور اور اور بعد کے زمانے کے مجاہل میں فرق ہے، صدر اول کے مجہول کی روایت اصل کے لحاظ سے مقبول اور اس کے بعد کے دور کی روایت اصل کے لحاظ سے مردود ہے۔

3- محدثین کے جہالت اصل کے لحاظ سے وجہ طعن ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ وجہ طعن نہیں ہے بلکہ صدر اول میں انکار سلف کی وجہ سے اس کی روایت مردود ہوگی اور صدر اول کے بعد فسق کے عام ہونے کی وجہ سے اس کی روایت مردود ہوگی۔

متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول کا مفہوم:-

متکلمین کی ابتدائی کتب میں مجہول یا مستور کی باقاعدہ تعریف نہیں ملتی بلکہ جرح و تعدیل راوی یا شرائط راوی کے ضمن میں عدالتِ راوی کے ماتحت اس کے حکم پر بات کی جاتی ہے اور عموماً راوی کی تقسیم اس انداز سے کرتے ہیں کہ اس کا مفہوم واضح ہو جائے۔ جیسا کہ اللع میں علامہ شیرازی (476ھ) لکھتے ہیں:

وجملته أن الراوي لا يخلو إما أن يكون معلوم العدالة أو معلوم الفسق أو مجهول

الحال⁴³

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی یا تو معلوم العدالة ہو گا یا معلوم الفسق ہو گا یا مجہول الحال ہو گا۔

اسی وجہ سے متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول کی تعریف و تقسیم میں اس طرح کا تنوع تو نہیں ہے البتہ جو چیزیں اس باب میں ملتی ہے ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عموماً متکلمین اصولیین کا موقف محدثین کے موقف کے قریب ہے

چنانچہ ذیل میں چند کبار متکلمین اصولیین کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔

امام الحرمین علامہ جوینیؒ (478ھ) نے مجہول کی تعریف یوں کی ہے:

مسئلة في رواية المستور الذي لم يظهر منه نقيض العدالة ولم يتفق البحث
الباطن عن عدالته.⁴⁴

یہ مسئلہ مستور راوی کے بارے میں ہے، (مستور) جس سے عدالت کی نفیض (فسق) ظاہر نہ ہوا
ہو اور اس کی عدالت باطنی کے بارے میں بحث کا اتفاق نہ ہوا ہو۔

متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول کا حکم:-

جیسا کہ اوپر گزرا کہ متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول راوی کی تعریف و تقسیم کے ضمن میں جو معلومات ملتی ہیں وہ
تقریباً محدثین کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق ہیں ذیل میں مجہول سے متعلق چند نصوص ذکر کی جاتی ہیں۔
امام شافعیؒ (204ھ) کتاب الام میں مسئلہ ولاء میں ایک حدیث سے استدلال نہ کرنے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:

قُلْتُ: لِأَنَّهُ عَنْ رَجُلٍ مَجْهُولٍ وَمَنْقَطِعٍ وَنَحْنُ وَأَنْتَ لَا نُثَبِّتُ حَدِيثَ الْمَجْهُولِينَ، وَلَا
الْمَنْقَطِعَ مِنَ الْحَدِيثِ⁴⁵

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مجہول و منقطع راوی سے مروی ہے اور ہم اور آپ مجہولین کی روایت
اور منقطع حدیث کو ثابت نہیں کرتے۔

امام الحرمین علامہ جوینیؒ (478ھ) لکھتے ہیں:

الذي صار إليه المعتبرون من الأصوليين أنه لا تقبل روايته وهو المقطوع به
عندنا....والذي أوثره في هذه المسألة ألا نطلق رد رواية المستور ولا قبولها بل يقال
رواية العدل مقبولة ورواية الفاسق مردودة ورواية المستور موقوفة إلى استبانة
حالته.⁴⁶

معتبر اصولیین کا موقف یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی اور یہی ہمارے نزدیک فیصلہ
کن بات ہے۔۔۔۔ اس مسئلہ میں، میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ ہم مستور کی روایت کا مطلقانہ
قبول کریں اور نہ رد بلکہ یوں کہا جائے کہ عادل کی روایت مقبول ہوگی اور فاسق کی روایت مردود
ہوگی اور مستور کی روایت اس کے حال کے واضح ہونے تک موقوف رہے گی۔

امام فخر الدین رازیؒ (606ھ) لکھتے ہیں:

قال الشافعي رضي الله عنه رواية المجهول غير مقبولة بل لا بد فيه من خبرة ظاهرة والبحث عن سيرته وسيرته وقال أبو حنيفة رحمه الله وأصحابه يكفي في قبول الرواية الإسلام بشرط سلامة الظاهر عن الفسق.⁴⁷

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجہول کی روایت مقبول نہیں ہے بلکہ اس کے ظاہر کی چانچ پڑتال اور اس کے احوال کی چھان بھٹک ضروری ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب روایت کے قبول کرنے میں اسلام کو کافی سمجھتے ہیں بشرطیکہ وہ ظاہری طور پر فسق سے سالم ہو۔

ابن قدامہ الحنبلیؒ (620ھ) مجہول کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا يقبل خبر مجهول الحال في هذه الشروط، في إحدى الروايتين وهو مذهب الشافعي. والأخرى يقبل مجهول الحال في العدالة خاصة، دون بقية الشروط. وهو مذهب أبي حنيفة.⁴⁸

اور ایک روایت میں ان شرائط (اسلام، تکلیف، عدالت اور ضبط) میں مجہول راوی کی روایت مقبول نہیں ہوگی اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صرف عدالت میں مجہول کی روایت مقبول ہوگی اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ محدثین کی طرح متکلمین کے ہاں عموماً یہی بات معتبر ہے کہ مجہول راوی کی روایت معتبر نہیں ہوگی کیونکہ روایت کے قبول کرنے کے لیے عادل ہونا شرط ہے اور اس میں چونکہ جہالت ہے اس لیے عدالت کے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی روایت معتبر نہ ہوگی۔ اور یہی بات ابو زکریا محمد بن موسیٰ الرہونیؒ (773ھ) نے لکھی ہے۔⁴⁹

متکلمین و فقہاء کے درمیان محل اختلاف کا تعین اور اس کا سبب:-

سابقہ بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احناف کے ہاں مجہول کی روایت نہ مطلقاً مقبول ہے اور نہ مطلقاً مردود ہے بلکہ ان کے ہاں تفصیل ہے کہ صدر اول کے مجہول کی روایت باعتبار اصول مقبول اور بعد کے زمانے کے مجہول کی روایت باعتبار اصل مردود ہے لہذا صرف صدر اول کے مجہول راوی کی روایت ہی محل اختلاف ہے۔ اس صورت میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ صدر اول میں احناف کے نزدیک اصل عدالت ہے اس لیے جب تک اس کے خلاف پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے اس میں عدالت ہی معتبر ہوگی اور متکلمین کے ہاں اس دور میں اصل فسق ہے لہذا جب تک عدالت ثابت نہیں ہوگی روایت معتبر نہیں ہوگی۔

ابوزید الدبوسیؒ (430ھ) لکھتے ہیں:

ولأن الأصل في العقلاء العدالة والضبط حتى يثبت غيره من واحد..... وكان من قرن كان الغالب عليهم العدالة والضبط، وهو قرن رسول الله ﷺ وعلى هذا أمر التابعين والصالحين على ما قال النبي ﷺ: "خير الناس رهطي الذين أنا فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفسحوا الكذب" فأما اليوم فرواية المجهول لا تقبل حتى تظهر عدالته لغلبة الفسق.⁵⁰

اور اس لیے کہ عقلاء میں اصل عدالت اور ضبط ہے یہاں تک کسی سے اس کا غیر ثابت ہو جائے۔۔۔۔ اس کا تعلق اس زمانہ سے ہے جس میں عدالت و ضبط غالب تھا اور یہ حضور اکرم ﷺ کا زمانہ ہے اور یہی کیفیت تابعین و صالحین کے دور میں رہی جیسا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں بہترین میرا زمانہ ہے پھر ان سے ملے لوگوں کا اور پھر ان سے ملے لوگوں کا اور پھر جھوٹ پھیل جائے گا"۔ البتہ آج کا دور (صدر اول کے بعد) تو اس میں مجہول کی روایت مقبول نہیں ہو گی یہاں تک کہ اس کی عدالت ظاہر ہو جائے، (اس دور میں) غلبہ فسق کی وجہ سے۔

اسی کو ٹمبس الائمہ سرخسی (490ھ) نے بیان کیا ہے⁵¹ جس کا حاصل یہ ہے کہ احناف کے ہاں صدر اول میں اصل عدالت ہے اور اس کے بعد کے زمانہ میں اصل فسق ہے اس پر بنیاد رکھتے ہوئے انہوں نے مجہول حکم بیان کیا ہے۔ اور حدیث مرسل میں بھی اختلاف کی بنیاد یہی زمانہ کافرق ہے۔ اس کے برعکس متکلمین کے ہاں روایت میں اصل فسق ہے لہذا جہاں ثبوت عدالت کے دلائل نہیں پائے جائیں گے اس میں توقف کیا جائے گا اور اس کی روایت پر عمل نہیں ہو گا اور اس توقف کی بنیاد پر وہ روایت غیر مقبول کے زمرے میں رہے گی۔

امام الحرمین علامہ جوینی (478ھ) لکھتے ہیں:

الرواية قبولها موقوف على ظهور العدالة ومن يخالف يزعم أن الرد منوط بظهور الفسق⁵²

روایت کے قبول کا مدار عدالت کے ظہور پر ہے اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے اس کا گمان یہ ہے کہ عدم قبول کا مدار فسق کے ظاہر ہونے پر ہے۔

امام فخر الدین رازی (606ھ) لکھتے ہیں:

لنا أوجه الأول الدليل ينفي العمل بخبر الواحد لقوله تعالى إن الظن لا يغني من الحق شيئا خالفناه في حق من اخترناه لأن الظن هناك أقوى فيبقى في المجهول على الأصل⁵³

ہمارے بہت سے دلائل ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ دلیل خبر واحد پر عمل کی نفی کرتی ہے کیونکہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ظن حق میں سے کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا۔ ہم نے اس آیت کی ان روایات
 آحاد میں مخالفت کی ہے جنہیں ہم جانچ چکے ہیں کیونکہ ظن وہاں غالب ہو چکا ہے لہذا یہ (آیت کا
 حکم) مجہول کے حق میں اصل کی بنیاد پر باقی رہے گا۔
 ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ متکلمین کے نزدیک روایات میں اصل یہ ہے کہ ان کی روایت پر عمل نہ ہو اور عمل
 کرنے کے عدالت کا ظہور ضروری ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- 1- زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الفکر، سوريا، 1424ھ، 28/255
- 2- افریقی، محمد بن مكرم، ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ، 11/129
- 3- ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن محمد بن عبد الرحمن، معرفۃ انواع علوم الحدیث، دار الفکر، سوريا، 1406ھ، ص 111 (ت، عتر)
- 4- زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر، النکت علی ابن الصلاح، اضواء السلف، ریاض، 1419ھ، ص 266
- 5- أنصاری، زین الدین ابی یحییٰ زکریا بن محمد بن زکریا، فتح الباقی بشرح الفیہ العرانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ، 1/324
- 6- عثمانی، ظفر احمد، قواعد فی علوم الحدیث، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ص 204، 205
- 7- زرکشی، النکت علی ابن الصلاح، ص 264، تقریب میں نووی لکھتے ہیں: وروایۃ المستور وهو عدل الظاهر خفی الباطن (التقریب
 مع تدریب، 1/268) اس قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ عراقی لکھتے ہیں: والقسمُ الثاني: مجهول الحال في العدالة في
 الظاهر والباطن، مع كونه معروفًا العين برواية عدلين عنه. وفيه أقوال: أحدها: وهو قول الجماهير، كما حكاه ابن
 الصلاح أن روايته غير مقبولة. والثاني: تقبل مطلقاً، وإن لم تقبل رواية القسم الأول. قال ابن الصلاح: وقد يقبل رواية
 المجهول العدالة من لا يقبل رواية المجهول العين. والثالث: إن كان الراويان، أو الرواة عنه فيهم من لا يروي عن
 غير عدلٍ قُبِلَ، وإلا فلا. (1/354، 355)
- 8- زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ، النکت علی ابن الصلاح، ص 265
- 9- زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ، النکت علی ابن الصلاح، ص 267، یہی تعریف علامہ عراقی نے التبصرہ والتذکرہ میں ذکر کی
 ہے، 1/324
- 10- سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، دار طیبیہ، 1/268
- 11- العراقی، أبو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمن بن ابی بکر بن ابراهیم، التبصرۃ والتذکرۃ، دار الکتب العلمیہ،
 بیروت، 1423ھ، 1/323
- 12- السنخاوی، شمس الدین ابو الحیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد، فتح المغیث، مکتبۃ النبیہ، مصر، 1424ھ، 1/344
- 13- العتقلانی، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح أهل الأثر، مکتبۃ البشری، کراچی،
 1440ھ، ص 101

- 14- السنخاوی، أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث، 1/344
- 15- العسقلانی، ابن حجر، نزہة النظر فی توضیح نخبہ الفکر فی مصطلح أهل الأثر، ص 102
- 16- ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن، مقدمة ابن الصلاح، مع النکت للزرکشی، ص 264
- 17- العراقی، عبد الرحیم بن الحسین، التبصرة والتذکرة، 1/350
- 18- العسقلانی، ابن حجر، نزہة النظر فی توضیح نخبہ الفکر فی مصطلح أهل الأثر، ص 101
- 19- سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، 1/269، مجهول العین کے بارے میں یہی اقوال علامہ عراقی نے التبصرة میں نقل کیے ہیں
(1/350، 351)
- 20- سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، 1/268، کذافی معرفہ علوم الحدیث لابن الصلاح، تحقیق: نور الدین عتر، ص 112
- 21- ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن، معرفة أنواع علوم الحدیث، ص 112
- 22- العسقلانی، ابن حجر، نزہة النظر فی توضیح نخبہ الفکر فی مصطلح أهل الأثر، ص 102
- 23- الجصاص، أحمد بن علی أبو بکر الرازی، الفصول فی الاصول، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1435ھ، 2/24
- 24- دبوسی، أبو زید عبد اللہ بن عمر بن عیسیٰ، تقویم الأدلیہ فی أصول الفقه، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ، ص 180
- 25- سرخسی، محمد بن أحمد بن آبی سہل شمس الأئمہ، اصول السرخسی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1414ھ، 1/342
- 26- بزدوی، علی بن محمد، اصول بزدی، مطبع جاوید پریس، کراچی، ص 160
- 27- البخاری، عبد العزیز بن أحمد بن محمد، علاء الدین، کشف الاسرار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، 2/560
- 28- ابن امیر حاج، أبو عبد اللہ، شمس الدین محمد بن محمد بن محمد المعروف، التقرير والتحجیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1403ھ، 2/251
- 29- البخاری، عبد العزیز بن أحمد، کشف الاسرار، 3/20
- 30- ابن امیر حاج، أبو عبد اللہ محمد بن محمد، التقرير والتحجیر، 2/247
- 31- امیر بادشاہ، محمد امین بن محمود البخاری، تیسیر التحریر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1403ھ، 3/48، ان دونوں حضرات کے الفاظ بھی ایک جیسے ہیں کہ وَهُوَ مَنْ لَمْ نَعْرِفْ عَدَالَتَهُ وَلَا فِئْسَتَهُ
- 32- ابن الجنبلی، محمد بن ابراہیم بن یوسف الحلبي، فقو الأثر، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب، 1408ھ، ص 86
- 33- خطیب بغدادی (463ھ) الکفایہ میں لکھتے ہیں: وأقل ما ترتفع به الجهالة أن يروى عن الرجل اثنان فصاعدا من المشهورين بالعلم - - نا أبو زكريا يحيى بن محمد بن يحيى قال سمعت أبي يقول إذا روى عن المحدث رجلان ارتفع عنه اسم الجهالة (الكفایة فی علم الروایة، ص: 84) کم از کم وہ تعداد جس سے جہالت ختم ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مجهول راوی سے دو یا زیادہ ایسے لوگ روایت کریں جو علم میں مشہور ہوں۔۔۔ مزید فرماتے ہیں، ہمیں ابو زکریا یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب کسی محدث سے دو شخص روایت بیان کریں تو اس سے جہالت کا نام مرتفع ہو جاتا ہے۔
- تدریب الراوی میں سیوطی (911ھ) فرماتے ہیں: ثم من روى عنه عدلان عيناه ارتفعت جهالة عينه (1/269)۔ کسی شخص سے دو شخص روایت کریں تو اس کی ذات سے جہالت ختم ہو جاتی ہے۔
- 34- العسقلانی، ابن حجر، نزہة النظر فی توضیح نخبہ الفکر فی مصطلح أهل الأثر، ص 99-100

- 35- سرخسی، محمد بن احمد، اصول السرخسی، 1/342؛ البزدوی، فخر الإسلام علی بن محمد، کنز الوصول الی معرفة الاصول، تحقیق، د. ساند بکد اش، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، 1403ھ، ص 158
- 36- البزدوی، فخر الإسلام علی بن محمد، کنز الوصول الی معرفة الاصول، ص 160، توضیح مع تلویح، 2/10
- 37- امیر بادشاہ، محمد آئین بن محمود البخاری، تیسیر التحریر، 3/53
- 38- سرخسی، محمد بن احمد، اصول السرخسی، 1/352
- 39- البزدوی، فخر الإسلام علی بن محمد، کنز الوصول الی معرفة الاصول، ص 167
- 40- سرخسی، محمد بن احمد، اصول السرخسی، 1/345
- 41- السخاوی، أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث، 1/346
- 42- السخاوی، أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث شرح ألفیة الحدیث، 3/266
- 43- شیرازی، أبو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف، اللمع فی أصول الفقه، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1424ھ، ص 77
- 44- الجویینی، امام الحرمین، عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد، البرہان فی اصول الفقه، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، 1/234
- 45- شافعی، محمد بن ادريس، الام، بیروت، دار المعرفۃ، 1410ھ، 4/137، الخلاف فی الولاہ
- 46- الجویینی، امام الحرمین، عبد الملک بن عبد اللہ، البرہان فی اصول الفقه، 1/235
- 47- الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن التیمی، المحصول، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1418ھ، 4/402
- 48- ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد، روضۃ الناظر و جنة المناظر فی اصول الفقه علی مذهب الامام احمد بن حنبل، جامعۃ الامام، ریاض، 1399ھ، 1/334، 335
- 49- الرہونی، أبو زکریا یحییٰ بن موسیٰ، تحفۃ المسوول فی شرح مختصر منہج السول، دار البحوث للدراسات الإسلامیة، دبی، 1422ھ، 2/372 وہ لکھتے ہیں: مجهول الحال قد يكون مجهول العدالة في الظاهر والباطن. فمذهب الجمهور أن روايته غير مقبولة. وعن أبي حنيفة: قبولها. وإن جهلت عدالته الباطنة وكان عدلا في الظاهر وهو المستور قبلت روايته عند كثير من المحدثين وجمع من الشافعية. وأما مجهول العين: فلا تقبل روايته وفسر بمن لم يعرف حديثه إلا من جهة راو واحد على أن في الصحيحين جماعة لم يرو لهم إلا راو واحد
- 50- دہلوی، أبو زید عبد اللہ بن عمر، تقویم الادلۃ فی اصول الفقه، ص 182
- 51- سرخسی، محمد بن احمد، اصول السرخسی، 1/344، 345
- 52- الجویینی، امام الحرمین، عبد الملک بن عبد اللہ، البرہان فی اصول الفقه، 1/236
- 53- الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر التیمی، المحصول، 4/403